شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

جولائی **2010**ء / رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ رجسٹرڈ نمبر **R-123** جلد نمبر 2 ، شمارہ نمبر 7 ☆ قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے ☆ سالانہ ممبر شپ : مبلغ 150 روپے

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ : مفتی عبد الخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن............ امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ 2
درسِ حدیث............ حضرت مولانا خواجہ عبد الحیؒ فاروقیؒ 2
اداریہ............ مدیر اعلیٰ 3
خطبہ جمعۃ المبارک............ مفتی عبد الخالق آزاد 4
رفتارِ کار............ عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ 6
دینی مسائل............ مفتی عبد الغنی قاسمی 7
حضرت اقدس مولانا **شاہ عبد القادر** رائے پوری قدس سرہٗ کے خلفائے عظام 8
تحریر: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ....

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا
شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''میں نے تو حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تعریف سنی ہے۔ کہ وہ بہت مستعد ہیں۔ اور ان کی بہت ہی تعریف فرماتے تھے۔ تو اب میرے خیال میں یہ ہے کہ مولانا (سندھیؒ) کی بات سمجھنی دشوار ضرور تھی۔ مگر بات صحیح کہتے تھے۔........

حضرت شیخ الہندؒ جس کی تعریف کریں، میں تو ان کے متعلق نیک گمان ہی رکھتا ہوں۔ حضرت شیخ الہندؒ کی سمجھ اور علم بہت گہرا تھا۔ حضرت مدنیؒ بے شک بڑے بزرگ ہیں، مگر جو بات حضرت شیخ الہندؒ میں تھی، وہ بہت گہری تھی۔

لہٰذا مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے متعلق حضرت شیخ الہندؒ کے اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے، میں تو ان کو ایسا نہیں سمجھتا، جیسے عام نکتہ چین یا بعض حضرات فرماتے ہیں۔ مولانا (سندھیؒ) کا اپنا علم بھی بڑا وسیع تھا۔ سیاسیات سے لگاؤ اس درجے تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے تمام شاگردوں میں سے کابل جانے کے لیے مولانا سندھیؒ کو ہی بھیجنا مناسب سمجھا۔

(مجلس: 10 رمضان المبارک 1365ھ / مطابق 8 اگست 1946ء، بمقام: رائے پور)
(ارشادات از حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ، ص 34، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، 25 لوئر مال، لاہور)

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور **رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

ریجنل کیمپس کراچی
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

ریجنل کیمپس سکھر
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

ریجنل کیمپس ملتان
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سالانہ ممبر شپ کی رقم ''ناظم دفتر'' کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ● پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

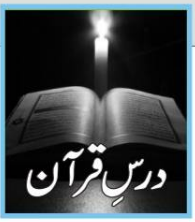

تقویٰ کی حقیقت اور ذمہ داریاں

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ
وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: ''اللہ سے ڈرو، جہاں تک ہو سکے۔ اور سنو۔ اور مانو۔ اور اپنی بھلائی کے لیے خرچ کرو۔ اور جس کو اپنے نفس کے لالچ اور بخل سے بچادیا گیا، وہی لوگ کام یاب ہیں۔''

تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کے قانونِ انصاف کی پابندی کرنا۔ یعنی اس انقلابی پروگرام کی پابندی کرنا، جو قرآن حکیم پیش کرتا ہے۔ دنیا کی تمام اقوام کے لیے قرآنِ حکیم کا قانون ہی قانونِ انصاف ہے۔ اور یہی انقلابی پروگرام ہے، جس کی پابندی کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ اس پروگرام کے کسی خاص حصے پر زور دینا مقصود ہو تو حدیث کے مطابق اسے کہا جائے گا کہ وہ ایسا سمجھے ''گویا خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ یا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کا جو نتیجہ اللہ کے ہاں مقرر ہے، اسے کام کرتے ہوئے اپنے اوپر عائد کرلے۔ ایک شخص ایک کام کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسے راحت ملے۔ تو وہ اپنے اوپر راحت طاری کرلے۔ اس سے عزم میں زیادہ ہمت پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان تیزی سے کام کرسکتا ہے۔ اگر بُرا کام کیا ہے تو پوری طرح سمجھ لے کہ اس کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی۔ اس طرح تقویٰ کا ترجمہ ہوتا ہے کہ ''اللہ سے ڈرو!''، یعنی اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرو، جو خدا نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یہ پورے تقویٰ کا ایک حصہ ہے۔ تقویٰ کا پورا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کے انقلابی پروگرام پر عمل کرو۔

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (حکم سنتے رہو۔ اور اس کی اطاعت کرتے رہو۔) یعنی تمھیں آگے بڑھانے کے لیے جو پروگرام دیا جائے، اس کی تعمیل کرتے رہو۔ امیر کی اطاعت اور نظم وضبط کی پابندی کرنا کامیابی کی اہم ترین شرائط میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ کام آپ کا تھا کہ یہ طے کرتے کہ اس فرد کو کس درجے کا کام دینا ہے۔ نظم وضبط کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جب وہ ایک منزل طے کرلیتا ہے، اسے دوسرا کام دے دیا جاتا ہے۔ ایک امیر اپنے ماتحت لوگوں کو اسی طرح احکام دیتا ہے، جیسے ایک استاد اپنے شاگردوں کو پڑھاتا ہے۔ کل کا سبق یاد کرلیا تو نیا سبق دے دیا جائے گا۔ اگر یاد نہیں کیا تو اسے کہہ دیا جائے گا کہ ابھی اسے یاد کرو۔ اِمارت (سربراہی) کی حقیقی شان یہ ہے کہ ''رہنما'' بطورِ ''معلّم'' کام کرے۔ اس قسم کی حکومت نیشنل حکومت ہی ہوسکتی ہے۔ جب اپنی قوم کا امیر ہوگا تو وہ اپنے خاندانوں کو تعلیم دیتا جائے گا۔ جہاں دوسری قوم کا امیر ہوا، وہ اس قوم کے افراد کو اپنے لیے استعمال کرنا شروع کردے گا۔ یہ قدرتی قاعدہ ہے۔ اس لیے ہر ایک شخص کے لیے اپنی قومی حکومت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جو تعلیم اس سے ہٹانے کے لیے دی جاتی ہے، اسے ختم کرو۔

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ (اپنے نفسوں کے لیے مال خرچ کرو۔) یعنی بال بچوں کو کھلا کر جو بچے، تو وہ قرآنی تحریک کو غالب کرنے کے لیے خرچ کرو۔ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ اس سے تمہاری ہی تحریک کو ترقی ہوتی ہے۔ اور تمھیں ہی اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ (اور جس کو اپنے نفس کے لالچ اور بخل سے بچادیا گیا، وہی لوگ کام یاب ہیں۔) یعنی جس شخص کو خدا قومی تحریکوں میں کام کرنے کے زمانے میں بخل اور لالچ سے بچالے یعنی وہ قومی تحریکوں میں روپیہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، وہی لوگ جلدی کام یاب ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ قومی تحریکات اور سسٹم قائم کرنے کے لیے جانی قربانی کے ساتھ ساتھ مالی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ اور جو لوگ جان اور مال دونوں قربان کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں، وہی کام یاب ہیں۔ ویسے تو ہر حالت میں بخل اور لالچ انسان کی تباہی کا باعث بنتا ہے، لیکن خاص طور پر جب کہ پوری قوم کو غلط ماحول سے نکالنے کی ضرورت ہو ایسے موقع پر لالچ اور بخل بہت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔

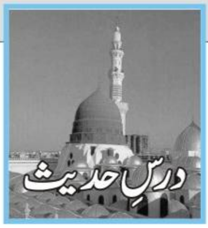

علم و شعور

برائے فروخت کے غلط نتائج

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

عن کعب بن مالکؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "من طلب العلم لیجاری بہ العلماء أو لیماری بہ السفہاء أو یصرف بہ وجوہ النّاس إلیہ، أدخلہ اللّٰہ النّار." (مشکوۃ، کتاب العلم، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مالکؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے علم حاصل کرے کہ وہ عالموں کے برابر بن کر اُن کا ہم سر بنے۔ یا اس لیے کہ بے وقوفوں سے جھگڑے اور بحث کرے۔ یا اس لیے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے گا۔''

اس حدیث میں ان لوگوں کو دوزخ کی دھمکی دی گئی ہے، جن کی نیت علم سیکھنے سے یہ ہو کہ وہ عالموں کے برابر تن کر بیٹھیں۔ اور ان کے برابر کی چوٹ بن جائیں۔ یا عام اور سادہ لوح لوگوں سے بحث مباحثے کریں۔ یا لوگ ان کے تابع دار اور مرید ہوجائیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ علم اس لیے نہیں سیکھنا چاہیے کہ ذہن میں ارادہ اور مقصد یہ ہو کہ ہم عالموں میں شمار ہونے لگیں۔ اور بڑے مرتبے والے سمجھے جائیں۔ اور عالموں کے ساتھ علم وفضل میں مقابلہ کریں۔ اور ان کے برابر مان لیے جائیں۔ اور ان ہی کے برابر ہماری قدرومنزلت ہونے لگے۔ اور علم اس لیے بھی نہیں سیکھنا چاہیے کہ جاہلوں کو دبالیں گے۔ اور ان سے اپنی فضیلت منوائیں گے۔ اور ان سے بحث مباحثے کریں گے۔ ان سے جیت کر بغلیں بجایا کریں گے۔ اور نام پیدا کیا کریں گے۔ علم اس لیے بھی نہیں سیکھنا چاہیے کہ لوگوں کے پیشوا بنیں گے۔ اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے۔ اور ان سے ہر طرح کی خدمت لیا کریں گے۔ اور خوب شہرت حاصل کریں گے۔ اور اپنی جماعت بنا کر ان کے سردار بن بیٹھیں گے۔

جو لوگ علم اس لیے سیکھتے ہیں کہ عالموں کے اندر جگہ مل جائے۔ اور دنیا میں اِتراتے پھریں گے۔ اور اپنے برابر کسی کو نہ سمجھیں گے۔ کم پڑھے ہوؤں سے سیدھے منہ بات نہ کریں گے۔ اور ان کو حقارت سے دیکھیں گے۔ کیوں کہ وہ عالم جو ٹھہرے۔ عام لوگوں کی کیا مجال ہے، جو اُن کی برابری کا دعویٰ کریں۔ یہ کہاں، وہ کہاں۔ یہ لوگ ایک قسم کے غرور اور تکبر میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور ہمیشہ ماش کے آٹے کی طرح اکڑے اور اینٹھتے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم سیکھ کر بجائے ہنرمند بننے کے اُور عیب دار بن گئے۔ اور جن کا علم سیکھنے سے یہ مقصد ہے کہ کسی کی اپنے سامنے چلنے نہ دیں گے۔ اور کم پڑھے ہوئے لوگوں کو اپنے زوردار الفاظ سے دبالیں گے۔ اور اپنے سامنے انھیں بولنے نہ دیں گے۔ یہ لوگ بھی تکبر سے نہیں تو لڑ جھگڑ کے اپنی فوقیت اور برتری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک عیب ہے۔

جو لوگ اس لیے لکھتے پڑھتے ہیں کہ لوگوں سے خوب خدمت لیں گے۔ اور ان کو اپنے اثر سے اتنا دبا رکھیں گے کہ وہ ان کے سوا کسی کی طرف نہ دیکھیں۔ اور فقط انہی کو اپنا امام، پیشوا اور بڑا مانیں۔ یہ لوگ بھی اپنا اُلو سیدھا کرنے کے سوا کسی کام کے نہیں ہیں۔ یہ تینوں قسم کے لوگ، اللہ کے نزدیک قصوروار ہیں۔ اور اللہ قیامت کے دن ان کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علم فقط اس لیے سیکھنا چاہیے کہ اپنے اخلاق اور اپنی عادتیں اچھی ہوں اور دوسروں کے لیے کوئی مفید کام کرسکیں۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھلائی کہ: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا'' (اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم کا سوال کرتا ہوں، جو نفع بخش ہو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وہی مفید ہے، جو انسان کے اَخلاق درست کرے۔ اور دوسرے انسانوں کے کام آنے اور ان کو نفع پہنچانے کا سبب بنے۔ ورنہ تو علم، تکبر اور غرور پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اور یوں دنیا بھی جہنم بنتی ہے اور آخرت میں بھی جہنم تک پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔

rahimia.org

اداریہ

سرمایہ دارانہ نظام کا دیوالیہ پن

غور و فکر کا اہم موقع

ماہِ جون کی 05 تاریخ کو وزیرِ خزانہ نے قومی اسمبلی میں سال 11-2010ء کا بجٹ پیش کیا۔ انھوں نے اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا: ''ہم ایک غیر معمولی دور سے گزر رہے ہیں۔ گزشتہ دو سال کے دوران دنیا کو جنگِ عظیم کے بعد کے بدترین اقتصادی بحران کا سامنا رہا۔ امریکہ میں قرضوں کے بحران کے بعد عالمی معیشت تیزی سے سکڑ گئی۔ ہم نے بڑے بڑے بُرج اُلٹتے دیکھے۔ AIG اور سٹی بینک کو اپنے سرمائے کے بڑے حصے سے ہاتھ دھونا پڑے۔ معروف ادارے ختم ہو گئے۔ اس عالمی طوفان نے کئی ممالک کی معیشتوں کو تباہ کیا۔ اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔''

سالانہ بجٹ کے موقع پر سرمایہ دارانہ نظام کی تباہی کے مذکورہ اثرات کے باوجود ملکی پارلیمنٹ میں اس حوالے سے قطعاً غور و فکر نہیں کیا گیا۔ اہمیت کا حامل سوال یہ ہے جب سرمایہ دارانہ نظام کے نتائج دنیا بھر میں اقتصادی اور معاشی تباہی کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں، تو آخر ہم کیوں ایسے تباہ کن نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں، جو ہمیں بقا کی بجائے تباہی کی جانب لے جا رہا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام نے اپنے آغاز سے لے کر آج تک انسانیت کو اقتصادی بحرانوں سے دوچار کیا ہے۔ غیر فطری اور انسانیت کش نظام اس کے علاوہ دے بھی کیا سکتا ہے۔ سرمایہ داری کا حالیہ بحران، جس کا آغاز 15 دسمبر 2008ء کو ''وال سٹریٹ'' سے ہوا، اور جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ کوئی نیا بحران نہیں ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس بحران کی لپیٹ بہت زیادہ اور اس کی تباہی کے اثرات بہت گہرائی لیے ہوئے ہیں۔ اور اس کا حجم اور سائز بھی پھیلتا جا رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے بھی 1929ء میں سرمایہ داری نظام ایک بڑے بحران سے دوچار ہو چکا ہے۔ جو کہ کم و بیش بیس سال تک جاری رہا تھا۔ اور اس نے بھی سرمایہ دار ملکوں میں زبردست تباہی مچائی تھی۔ نیز اگر ہم سرمایہ داری کی مزید پچھلی تاریخ کا کھوج لگائیں تو 1873ء سے 1896ء تک کے دوران برپا ہونے والے طویل اقتصادی بحران نے بھی اُن ملکوں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی، جن میں سرمایہ داری نظام موجود تھا۔ آج پھر سرمایہ داری نظام کے حالیہ بحران نے دنیا کے بہت سے ممالک کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔ اس لیے اس بحران کے پھیلاؤ، اس کی شدت اور اس کی گہرائی بھی اسی قدر زیادہ ہے۔

اگر ہم اس بحران کی وجوہات کا جائزہ لیں تو صاف نظر آئے گا کہ یہ پیداواری افراط (Over Production) اور اس کی کم کھپت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اس بحران کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ، گزشتہ تیس سال سے بیرونی بچت اور بیرونی قرضوں پر بناوٹی زندگی گزار رہا تھا۔ مگر یہ دونوں چیزیں لامحدود نہیں ہوتیں۔ امریکی کارپوریشنوں نے اپنی استعداد سے زیادہ قرضے لیے ہوئے تھے۔ اور خود امریکی ریاست بھی ممکنات سے زیادہ قرضوں میں گھری ہوئی تھی۔ اور جب کوئی ریاست اپنی حقیقی استعداد سے ہٹ کر قرضوں کا بوجھ اپنے ذمے لیتی ہے تو سوائے اقتصادی بحران کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

سرمایہ دار دنیا کے بڑے اہم ستون، سرمایہ داری نظام کی تباہی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ چناں چہ برطانوی وزیرِ اعظم نے G-20 ممالک کی کانفرنس میں اعتراف کرتے ہوئے کہا: ''سرمایہ داری ایک غیر ذمہ دارانہ نظام ہے۔'' برطانوی وزیرِ خزانہ کا کہنا ہے کہ: ''موجودہ بحران نے اس روایت کا خاتمہ کر دیا ہے کہ (سرمایہ داری پر مبنی) عالم گیریت خوشی لے کر آتی ہے۔'' اسی طرح موجودہ بحران کے بارے میں ایک ارب پتی سرمایہ دار Warrer Buffer کہتا ہے کہ: ''معاشیات کا نیچے جانا، ایک پہاڑی سے نیچے گرنا ہوتا ہے۔ یہ بحران در بحران کی کیفیت ہے۔'' I.M.F کے سربراہ Strass Kalin نے اعلانیہ اعتراف کیا تھا کہ: ''دنیا اس وقت ایک بڑے بحران میں مبتلا ہے۔ اور معاشی ترقی آئندہ چل کر صفر کی سطح پر پہنچ کر ڈوب جائے گی۔ کیوں کہ سٹاک مارکیٹ بہت سالوں کے بعد سب سے نچلی سطح تک پہنچ گئی ہے۔ اس حوالے سے صرف معاشیات کو ہی نہیں، بلکہ بڑا خطرہ یہ ہے کہ کروڑوں لوگ غربت میں دھکیل دیے جائیں گے۔'' اس طرح اس بحران نے ہر ایک کو متاثر کیا ہے۔ جن میں بینکوں، فیکٹریوں اور تعمیراتی اداروں وغیرہ سب کی تباہی ہوئی ہے۔ یہ ادارے وہ ہیں، جو بین الاقوامی سرمایہ داری نظام کے ستون ہیں۔ اس طرح سرمایہ داری نظام کے کل پُرزے اور اس سے وابستہ تمام ادارے، بحران در بحران کا شکار ہو کر انسانیت کے لیے عذاب بنتے جا رہے ہیں۔ یوں سرمایہ داری نظام، انسانیت کے لیے ایک بھیانک خواب سے کم نہیں ہے۔

ان حالات میں جب کہ سرمایہ داری نظام کی خرابیاں اور تباہ کاریاں ایک دو دفعہ نہیں، بلکہ کئی دفعہ بحرانوں کی صورت میں انسانوں کا خون چوستی رہی ہیں۔ اس سب کے باوجود اس سوال پر غور و فکر نہ کرنا کہ آخر کیوں ہم اس ظالمانہ نظام کے ماتحت مالیاتی پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں؟ اور ملک کے اقتصادی نظام کو چلانے کے لیے سرمایہ دارانہ اصولوں پر سالانہ میزانیے بناتے ہیں؟ اور غلط مالیاتی نظام تشکیل دیے ہوئے ہیں۔ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے۔ آج وقت آ گیا ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس سوال پر غور و فکر کریں۔ یہ ایک اہم موقع ہے۔ اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ قوموں کی ترقی، درست مالیاتی نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی نظام خرابی کا شکار ہو۔ اور تجربات سے اس کی خرابی واضح ہو گئی ہو۔ پھر اسی غلط نظام کے ساتھ چمٹے رہنا، اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

خاص طور پر مسلمان ملکوں میں بسنے والے لوگوں کو سنجیدگی سے یہ سوچنا چاہیے کہ آخر کب تک ہم سامراجی مقاصد کے لیے بنائے ہوئے اقتصادی نظام کی آلہ کاری کا کردار ادا کرتے رہیں گے۔ اور اپنے دینِ اسلام پر مبنی اقتصادی نظام فکر و عمل کی بنیاد پر انسانی مسائل حل کرنے کا عادلانہ اقتصادی اور معاشی نظام قائم کرنے کے لیے فکر نہیں کریں گے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ اسلام کے اقتصادی نظام نے تقریباً ایک ہزار سال تک انسانیت کو عدل و انصاف فراہم کیا ہے۔ جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کی عمر دو اڑھائی سو سال سے زیادہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کے غلبے کے ہزار سالہ دور میں کوئی اقتصادی بحران پیدا نہیں ہوا۔ جب کہ سرمایہ داری نظام اپنے دو سو سالہ دور میں ہر تیس، چالیس سال کے بعد انسانیت کو بحران در بحران میں مبتلا کرتا رہا ہے۔

اس موقع پر جہاں اس سوال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ سرمایہ داری نظام سے نکل کر اسلام کے اقتصادی نظام کو روبہ عمل لانے کی فکر کی جائے۔ وہاں اسلامی دانش وروں اور علما کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جدید ترقی یافتہ صنعتی دور میں پیداواری رشتوں کو ایک نئے اور مکمل نظام میں مربوط کرنے اور انھیں زیادہ بارآور بنانے کے لیے غور و فکر کریں۔ اور دستیاب وسائل کی منصفانہ تقسیم، تبادلہ اور صَرف کے لیے اسلام کے اقتصادی نظام کی عملی تشکیل پر کام کریں۔ نہ کہ جزوی طور پر سرمایہ داری نظام کے مجموعی فریم ورک میں رہتے ہوئے ''اسلامائزیشن'' کی بات کرتے رہیں۔ آخر کب تک سرمایہ دارانہ اصولوں کی بنیاد پر پیدائشِ دولت، تقسیمِ دولت، تبادلۂ دولت اور صرفِ دولت کے نظام کی موجودگی میں اسلام کی جزوی تعلیمات پر عمل کرنے کو کافی سمجھتے رہیں۔ آخر کیوں ہم سرمایہ دارانہ نظام کے اندر رہتے ہوئے ''اسلامی بینکاری'' جیسے عنوانات سے انسانیت کو دھوکے میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں؟

ہمیں اس سوال پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ جب اسلام کی اقتصادی تعلیمات ایک مکمل معاشی اور اقتصادی نظام پیش کرتی ہیں۔ اور پیدائشِ دولت، تقسیمِ دولت، تبادلۂ دولت اور صرفِ دولت کے اپنے بنیادی اساسی اصول کی نشان دہی کرتی ہیں، تو کیوں نہ اس دور میں اسلام کے مکمل اقتصادی نظام کو اپنی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے لیے پیشِ نظر رکھا جائے۔ اور ان اصولوں پر عملی سسٹم کی تشکیل دینے کی جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ اور اس سلسلے میں اگر کچھ رُکاوٹیں موجود ہوں تو انھیں حل کرنے کے لیے درست اقتصادی حکمتِ عملی ترتیب دی جانی چاہیے۔ آج کے جدید صنعتی دور کے تقاضوں کو سمجھنا اور دینِ اسلام کے اقتصادی اصولوں کے مطابق شعور و آگہی بیدار کرنا، کامیابی کی منازل طے کرنے کے لیے لازمی حیثیت رکھتا ہے۔

مدیرِ اعلیٰ

rahimia.org

خطبہ جمعۃ المبارک

انسانی جان و مال کی حرمت کے تقاضے

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 08 جنوری 2010ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولهِ الکریم أما بعد! قال الله تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (4:29) و قال تعالیٰ: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (2:188) و قال النبی صلی الله علیه وسلم: ”الإقتصاد فی النّفقة نصف المعیشة.“ صدق الله و صدق رسولهٗ الکریم.

معزز دوستو! قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کے حوالے سے ہمیں رہنمائی دی ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جس میں کتابِ مقدس قرآنِ حکیم نے ہمیں رہنمائی نہ دی ہو۔ خاص کر وہ معاملات، جن کا تعلق دنیا کی زندگی بسر کرنے سے ہے۔ ان معاملات میں قرآن حکیم نے خصوصی طور پر ایسی رہنمائی دی ہے کہ جس کی اساس پر انسانی مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔ قرآن حکیم کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ وہ انسانیت کو کام یاب وکامران بنانا چاہتا ہے۔ اور اس کی کام یابی کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان جھگڑے اور لڑائیاں ختم ہوں۔ ان کے درمیان امن اور آپس میں محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون موجود ہو۔ اور یہ تعاونِ باہمی انسانی معاشرے کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اس کو اگر ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ پر عدمِ تعاون کا نظریہ پیدا ہو جائے اور ایک دوسرے کے حقوق کے استحصال کا عمل یا انسانی حقوق کو توڑنے کا عمل کیا جائے تو یہ معاشروں کے لیے تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے دو چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ جھگڑے کی بنیاد دراصل یہی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو خود انسانی جان کا احترام اور اس کی عزت وشرافت کی حفاظت۔ جب انسان کی عزت وشرافت کو ٹھیس پہنچتی ہے یا اس کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو اس وقت وہ دوسرے انسان سے لڑائی کرتا ہے۔ اور دوسرا اہم ترین معاملہ انسانی زندگی کی بقا کے لیے مال و دولت کا ہوتا ہے۔ مال و دولت کو جب خطرات لاحق ہو جائیں اور انسانی محنت و مشقت سے کمائے ہوئے مال پر دوسرے لوگ ناجائز ڈاکہ ڈالتے ہیں تو یہ بھی آپس میں لڑائی اور جھگڑے کا بڑا سبب بنتا ہے۔

قرآن حکیم نے ان دونوں پہلوؤں کے حوالے سے بڑا مفید قانون بیان فرمایا ہے۔ انسانی جان کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے مسلمہ اصولوں کو واضح فرمایا ہے۔ اور مالی معاملات کو درست خطوط پر آگے بڑھانے کے لیے درست اقدامات کی نشان دہی کی ہے۔ اسی طرح حضورؐ نے انسانی جان اور مال کے حوالے سے مسلمان جماعت کو واضح ہدایت فرمائی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مسلمان جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا: ”خبردار! انسانی جان اور انسانی مال کی حرمت کا خیال رکھنا۔“ انسانی معاشرے میں یہ دونوں معاملات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس طرح گویا انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے درست خطوط پر سیاسی نظام کو استوار کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ دنیا کے ہر مہذب معاشرے میں انسانی جان کی حفاظت کے لیے ہی سیاسی نظام تشکیل دیا جاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے دوسرے اہم ترین شعبے، یعنی معاملات کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے معاشی نظام کی تشکیل کی جاتی ہے۔ دنیا کے کسی مذہب، عقیدے، مملکت اور نظریہ وفکر رکھنے والے افراد، ان دونوں باتوں کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ دنیا میں رہنے والے ایسے افراد، جو سیاسی اور معاشی نظاموں کا انکار کرتے ہیں، وہ یا تو ذہنی طور پر مفلوج ہیں یا کم از کم انسانی معاشرے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ حیوانیت کے دائرے کی سوچ رکھتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر کے معاشروں میں سیاسی شعور پیدا کرنا اور معاشی اور اقتصادی معاملات کے حوالے سے سوچ وبچار کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

دینِ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ وہ خاص طور پر ان دو معاملات میں بہت زیادہ رہنمائی کا اہتمام کرتا ہے۔ کیوں کہ تمام معاملات کی جڑ، یہ دو باتیں ہیں۔ باقی باتیں اور اُمور دوسرے درجے کے ہیں۔ ہاں! روحانی ترقی اور اللہ سے تعلق قائم کرنے کے لیے ایک درست اور صحیح عقیدے کی بنیاد پر ”اخبات الی اللہ“ (اللہ کے سامنے عجز وانکسار) کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے۔ اور دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ”اخبات الی اللہ“ پورے طور پر اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا، جب تک وہ افراد یا جماعت اپنے سماجی دائرے میں سیاسی اور معاشی معاملات کو درست انداز میں حل نہیں کرتے۔ ان افراد کے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اُس پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ، اس ذمہ داری کو قبول کرنا ہے۔ کہ وہ ان دو پہلوؤں کے حوالے سے ذمہ دارانہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کریں گے۔

خاص کر مالی معاملات کے حوالے سے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ: ”اے ایمان والو! اپنے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ۔“ دوسروں کے مالی حقوق پر ڈاکہ ڈالنا، مالی بدعنوانی میں مبتلا ہونا اور انسانی محنت سے کمائے ہوئے مال پر غلط نظر رکھنا، یہ تمہارے معاشرے میں نہیں ہونا چاہیے۔ تم اللہ پر ایمان لانے کے دعوے دار ہو۔ اور تمہارے اس دعوے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مالی معاملات شفافیت کے حامل ہوں۔ ہر انسان محنت و مشقت سے مال کمائے۔ اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اس کی محنت کا اُسے پورا معاوضہ ملے۔ اب کسی دوسرے انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کے کمائے ہوئے مال کو بغیر کسی عوض کے اپنے قبضے میں لائے۔ ایک مزدور نے مزدوری کی۔ اور ایک محنت کش نے محنت کا عمل کیا۔ اس کا ایک معاوضہ بنتا ہے۔ کوئی آدمی بغیر کسی عوض کے، اس انسان کے معاوضے کو ہڑپ کر جائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہر انسان کو اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ ملنا چاہیے۔

اور پھر اگر ان کے درمیان باہمی تبادلے کا عمل ہوتا ہے۔ تو قرآن حکیم نے فرمایا کہ دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کے درمیان رضامندی ہو۔ اور وہ رضامندی بھی آزادانہ ہو۔ نظام کے جبر کی بنیاد پر پیدا کردہ رضامندی نہ ہو۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ”ایک مفلس آدمی کا کم مزدوری پر رضامند ہو جانا معتبر نہیں۔“ کیوں کہ وہ تو افلاس کی وجہ سے مجبور ہے۔ اور مجبور کی رضامندی حقیقی رضامندی نہیں ہوتی، بلکہ وہ جبر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ لازمی ہے کہ بغیر کسی دباؤ کے، اُن کے درمیان آزادانہ رضامندی سے معاملہ طے پائے۔ کسی سرمایہ اور مذہب وغیرہ کا جبر اس پر مسلط نہ ہو۔ وہ اپنی خوشی سے تبادلہ اور خرید وفروخت کرنا چاہتا ہے۔ اُسے کرنے دیا جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تبادلہ کرتے ہوئے جتنی قیمت کی چیز دی جارہی ہے، تو بدلے میں اتنی قیمت کی چیز دی جائے۔ اس میں اضافہ یا کمی درست نہیں ہے۔ تبادلے کے اس عمل میں اگر ایک طرف سے پورا بدلہ نہیں آرہا تو دونوں میں مماثلت اور مساوات نہیں پائی گئی، جو حدیث ”مثلاً بمثلٍ“ کی بنیاد پر ضروری ہے۔ یہ مساوات ختم ہوگئی تو یہ ظلم اور زیادتی ہے۔ یہ مالی بدعنوانی ہے۔ اب یہ مالی بدعنوانی کسی جبر کی بنیاد پر آپ کر سکتے ہیں، لیکن دلوں میں جھگڑے کی بنیاد تو پیدا ہوگئی۔ اور جب بھی ظلم و جبر کسی سوسائٹی پر مسلط ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں جھگڑے اور انتشار پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم نے حکم دیا کہ باطل طریقے سے تمہارے مالی معاملات طے نہیں ہونے چاہئیں۔ اللہ کے اس حکم پر عمل کیے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

ایک آدمی اگر یہ کہے کہ میں نے اللہ کو نماز پڑھ کر راضی کر لیا ہے۔ جب کہ یہ میری دکان یا کاروبار ہے، یہ میرا معاشی معاملہ ہے۔ اس میں جو کچھ مرضی کروں، ایسا نہیں ہے۔ دین اسلام اس طرح کی تقسیم کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ انسان کا مذہب، عقیدہ اور عبادت تو کچھ اور ہو، لیکن اس کا لین دین اور سیاسی ومعاشی معاملہ کچھ اور ہو۔ قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے ایسا نہیں ہوسکتا۔

قرآن حکیم نے اس آیت میں واضح فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ لین دین اور تجارت کا

معاملہ آپس کی رضامندی سے کیا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ غلط ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف تجارت کا ہی معاملہ نہیں۔ یہ تو مالی معاملات کا ایک شعبہ ہے۔ معاشیات کا ایک اہم ترین شعبہ زراعت بھی ہے۔ یعنی زرعی معاملات ہیں۔ ایک شعبہ صنعتی ہے۔ اور پھر ان تمام شعبوں میں پیدائش دولت کا عمل ہوا ہے۔ تو دینی تعلیمات نے اس میں بھی یہی اصول وضابطہ بیان فرمایا ہے۔ کہ دیکھو! پیداواری عمل میں جتنے بھی افراد شریک ہیں، ان کے معاوضوں کا نظام، عدل وانصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ اسی طرح پیدا شدہ دولت کی تقسیم کا عمل اگر مساوات کی بنیاد پر نہیں ہے تو یہ بھی ناانصافی اور باطل طرزِ عمل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو یہ فیصلہ ہے کہ: "ھذا معاش، فالاُسوۃ فیہ خیر من الاُسرۃ" یعنی " یہ معاشی معاملات ہیں اور اس میں ایک فرد کو دوسرے پر ترجیح دینے سے مساوات بہتر ہے۔" تو گویا کہ پیدا شدہ دولت کی منصفانہ تقسیم، قرآن حکیم کا ایسا بنیادی حکم ہے، جیسے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ ایک آدمی نماز پڑھنے کو فرض سمجھے اور پیدا شدہ دولت کی منصفانہ تقسیم کو فرض نہ سمجھے، وہ کیسا مسلمان ہے؟ اس کا ایمان سے کیا تعلق ہے؟ یہ درحقیقت منافقت ہے۔

اسی طرح تقسیم شدہ دولت کو صَرف کرنے میں بھی قرآن حکیم نے رہنمائی دی ہے۔ کہ تم اپنے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ اگر دولت کے استعمالات غیر منصفانہ ہیں، مسرفانہ ہیں اور تعیّشانہ ہیں تو وہ بھی باطل طریقے میں شامل ہیں۔ اور غلط طرزِ عمل ہے۔ اور معاشرے کے لیے منفی رویے کا حامل ہے۔ اس طرح قرآن حکیم نے معاشی نظام کے تمام ایسے ممکنہ پہلوؤں کے حوالے سے بنیادی رہنمائی دی ہے، جن کا تعلق مالی معاملات کے ساتھ ہے۔ انسانی محنت ومشقت سے کمایا ہوا مال ودولت یا قومی معاشی وسائل کسی سوسائٹی کی ترقی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس معاشرے میں زیادہ بہتر معاشی وسائل ہوں گے، وہ معاشرہ زیادہ بہتر انداز میں ترقی کرے گا۔ اس سے ان کی طاقت وقوت بنتی ہے۔ ان کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ اور جس معاشرے کے پاس وسائل معاش کم ہوں، غربت وافلاس موجود ہو، معاشی بدحالی مسلط ہو، وہ معاشرہ دنیا میں اپنی مثبت شناخت قائم نہیں کرسکتا۔

دوسرا اہم ترین شعبہ کسی سوسائٹی کا سیاسی عمل ہوتا ہے۔ اور سیاسی عمل میں انسانوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا نظام قائم کیا جاتا ہے۔ اور معاشرے میں موجود تمام افراد کی ضروریات کی تکمیل سیاسی نظام کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ حکمران ادارے اسی لیے بنائے جاتے ہیں کہ وہ اپنی جغرافیائی حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کے امن کی ضمانت دیں۔ ان کی جان کا تحفظ کریں۔ اور وہ تمام اُمور سرانجام دیں، جن کی سپرداری حکمران اداروں کے پاس ہوتی ہے۔ اگر امن اور جان کا تحفظ اور اپنے حقوق کے حصول کے لیے ہر فرد کو رشوت دینی پڑے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔

اور قرآن حکیم نے فرمایا کہ خبردار! تمہارے ایمان کا یہ لازمی تقاضا ہونا چاہیے کہ تم حکمرانوں کو رشوت دینے سے باز آجاؤ۔ ایسا سیاسی نظام، جس میں افراد کو رشوت دینے پر مجبور کردیا جائے، غلط ہے۔ حکمران ادارے تو اس لیے بنائے گئے تھے کہ ریاست میں موجود افراد کی ضروریات کو پورا کریں۔ اور عام طور پر حکمران ادارے مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی شکل میں قائم کیے جاتے ہیں کہ معاشرے کے تمام انسانوں کے لیے جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے مقنّنہ درست خطوط پر قانون سازی کا عمل کرے۔ اور پھر انتظامیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو معاشرے کی بہتری کے لیے قانون سازی پر عمل درآمد کا ایسا نظام تشکیل دے جو کہ تمام انسانوں کے مسائل حل کردے۔ اور عدلیہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان قوانین پر عمل درآمد کی نگرانی کرے۔ اور معاشرے کے تمام انسانوں کو عدل وانصاف فراہم کرے۔ اور قرآن حکیم نے جہاں "حُکّام" کا لفظ استعمال کیا ہے، تو اس میں مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ تینوں ادارے شامل ہیں۔ اور ان تمام اداروں کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی کہ امن وسلامتی کی فراہمی، عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کا عمل، انسانی معاشرے کے لیے بلامعاوضہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ عدل اور امن فروخت ہونے لگ جائے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔ حکمران ادارے کرپٹ ہوجائیں اور غلط طریقے سے دوسروں کے مال کھانا شروع کردیں تو معاشرے میں تباہی پھیل جاتی ہے۔

حکمران اداروں کی ذمہ داری تھی کہ وہ تمام انسانوں کے لیے امن وسلامتی مہیا کرنے کے حوالے سے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ لیکن اگر امن فروخت ہونا شروع ہوجائے۔ معاشی حقوق کے تحفظ کا معاوضہ وصول کیا جاتا ہو۔ عدلیہ فروخت ہوتی ہو۔ چمک کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہو۔ قرآن حکیم کی نظر میں یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس قسم کے جرم کو معاشرے میں برداشت نہیں کرسکتا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک مسلمان اللہ پر بھی ایمان رکھے۔ اور رشوت کے نظام کو بھی قبول کرے۔ مسجد میں آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اور دوسری طرف عدلیہ کے غلط فیصلوں کو قبول کرے۔ اسی طرح حج کرے۔ روزے رکھے۔ اور دوسری طرف انتظامیہ کے ظلم کو قبول کرے۔ اگر ایک فرد مسجد میں عبادت کرنے کے لیے تو مسلمان ہے، حج کرنے کے لیے مسلمان ہے، لیکن مسلمان کی عدالت، سیاست اور اس کی معیشت اور اس کا نظامِ زندگی اس کے قانون کے مطابق نہ ہو۔ قرآن حکیم اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ تو اس کو منافقت سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات دو خانوں میں تقسیم نہیں ہیں کہ مذہب اور روحانیت کا خانہ الگ ہو اور دنیا کے اُمور سرانجام دینے کا خانہ الگ ہو۔ ایک مسلمان ان تمام شعبوں میں سرمایہ داری نظام قبول کرلے، یہ منافقت ہے۔ یہ اپنے ایمان سے بغاوت ہے۔ اس طرح بظاہر تو وہ ایمان کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کررہا۔

اس برعظیم پاک وہند میں مسلمان دواڑھائی سو سال سے اسی تضاد کا شکار ہے کہ اس کے گردوپیش میں جو سیاسی ومعاشی نظام بنادیا گیا ہے، وہ اسلام کے بنیادی قوانین سے متصادم ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو معاشی نظام قائم کیا تھا اور 1857ء میں برٹش حکومت نے ہندوستان کے لیے جو معاشی نظام دیا تھا، وہ سرمایہ داری اور جاگیرداری کی اساس پر تھا۔ اسی طرح یہاں انگریز سامراج نے جو سیاسی اور عدالتی نظام بنایا، اس میں پیسوں کے عوض انصاف فروخت ہوتا تھا۔ وکیلوں اور ججوں کی ملی بھگت سے سائلین کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کا نظام تشکیل دیا گیا۔ خود سرمایہ داری نظام کے بانی اپنی تحریرات میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جو عدالتی نظام تشکیل دیا گیا تھا، وہ انصاف فراہم کرنے کے لیے نہیں تھا، بلکہ وہ نظام ہندوستانیوں کو ذلیل کرنے اور انصاف کے نام پر ان کو بےوقوف بنانے کے لیے تھا۔ یہاں پر انتظامیہ کا ڈھانچہ تشکیل دیا گیا تھا، وہ بھی انہی خطوط پر تھا کہ رشوت اور لوٹ کھسوٹ کے ذریعے سے یہاں کے لوگوں کو کنگال کرنا تھا۔ چناں چہ دوسوسالہ دور میں یہاں کے حکمران اداروں نے اس ملک کو لوٹ کر کنگال کردیا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ نام نہاد آزادی ملنے کے بعد وہی غلط نظام ہم پر مسلط ہے۔ اور اسلامی نظام کے نعرہ لگانے والے مساجد کی زینت بنے بیٹھے ہیں۔ کہ مسجد کے اندر تو بڑے نعرے لگاتے ہیں، لیکن جب اسلام کے سیاسی اور معاشی اصولوں کی بات آتی ہے تو اسے چھوڑ کر سرمایہ داری نظام کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ کیا اس نظام کو باہر پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے؟ اس نظام کو توڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ آج ہمارے ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ نظام، جو نوآبادیاتی دور کے تقاضوں کا حامل ہے، ہم پر مسلط ہے۔ اور اس کی وجہ سے معاشرہ تباہی وبربادی سے دوچار ہے، اس کو اُٹھا کر باہر پھینکا جاتا۔ اور اس کی جگہ پر دین اسلام کا عدل وانصاف پر مبنی نظام قائم کیا جاتا۔

آج بڑی بنیادی ضرورت ہے قرآن حکیم کی تعلیمات کی اساس پر عقل وشعور سے (جذبات سے نہیں) اس سسٹم کی خرابی کو جانا جائے۔ اس کا تجزیہ کیا جائے۔ اور نئے نظام کو قائم کرنے کے حوالے سے قرآن حکیم کی تعلیمات کا فکروشعور حاصل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن حکیم کی سچی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ راولپنڈی

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مؤرخہ 15 اپریل 2010ء شب 09:30 بجے لاہور ائیر پورٹ سے راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ اور رات 10:30 بجے پنڈی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کے ہمراہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ بھی تھے۔ اسلام آباد ائیر پورٹ پر کافی احباب نے آپ کا استقبال کیا۔ رات کا قیام جناب جاوید حمید صاحب کے مکان پر ہوا۔ اگلے دن بروز جمعۃ المبارک حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نمازِ جمعہ کے لیے جامع مسجد محمدی I/10-1 اسلام آباد میں تشریف لے گئے۔ نمازِ جمعہ سے قبل مولانا تاج افسر صاحب نے کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ نمازِ جمعہ سے پہلے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب فرمایا۔ اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ اس موقع پر گردونواح کے احباب جمع تھے۔ اور نئے احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے سلسلۂ رائے پور میں بیعت کی۔ اور پھر شیخ افتخار احمد کے چھوٹے بھائی شیخ عمران احمد کا نکاح ہوا۔ نکاح سے قبل نکاح کی سماجی زندگی میں حیثیت اور دین اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ایک مختصر بیان کیا۔ نکاح کے بعد دوستوں نے مبارک باد دی۔ اس روز بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر جامع مسجد محمدی میں ہوئی۔ اس میں بھی راولپنڈی اسلام آباد کے تقریباً تمام احباب نے شرکت کی۔ شام کو شیخ عمران کی شادی کی تقریب میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے شرکت کی۔

اگلے روز 17 اپریل کو جناب جاوید حمید صاحب کے مکان پر سارا دن احباب سے ملاقات رہی۔ اور وہ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی زیارت اور ملاقات سے مستفید ہوتے رہے۔ بعد از نمازِ مغرب مجلس ذکر جناب جاوید صاحب کے مکان پر ہوئی۔ اور پھر دینی موضوعات کے حوالے سے استفادہ نشست ہوئی، جس میں نوجوانوں نے سوالات کیے اور ان کے جوابات دیے گئے۔ رات گئے شیخ عمران کی دعوت ولیمہ میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے شرکت کی۔ 18 تا 21 اپریل حضرت اقدس مدظلہ العالی مانسہرہ تشریف لے گئے۔

21 اپریل کی شام کو راولپنڈی میں شیخ افتخار کے مکان پر قیام فرما ہوئے۔ اور اگلے دن 22 اپریل کو صبح اسلام آباد میں جناب بھائی عبدالوہاب صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور انھیں ان کے بیٹے کی شادی کی مبارک باد دی۔ جو گزشتہ ماہ منعقد ہوئی تھی۔ اور جس میں لاہور میں مصروفیات کی وجہ سے حضرت اقدس شرکت نہیں کر سکے تھے۔ دوپہر کا کھانا ان کے گھر ہی کھایا۔ شام کو عصر کے بعد کی مجلس شیخ افتخار صاحب کے مکان پر ہوئی۔ اور مجلس ذکر جناب شعیب ملک کے گھر منعقد ہوئی، جہاں ان کے خاندان کے بہت سے افراد اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے احباب جمع تھے۔ مجلس ذکر کے بعد ملک صاحب نے تمام احباب کے لیے پُرتکلف کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ کھانے کے بعد نوجوانوں نے دینی موضوعات پر سوالات کیے۔ اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے جوابات دیے۔ حضرت اقدس مدظلہ کی دعا سے یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ رات گئے حضرت مولانا محمد افضل صاحب بمع احباب حضرت اقدس مدظلہ سے ملاقات کے لیے شیخ افتخار صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ ان سے کافی دیر مختلف موضوعات اور سعودیہ کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد انھوں نے سعودی عرب کے لیے روانہ ہونا تھا۔

اگلے روز 23 اپریل کو صبح 10:00 بجے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے فاسٹ یونیورسٹی، اسلام آباد کیمپس کے آڈیٹوریم میں طلبا اور طالبات سے ''اسلام کے معاشی نظام'' کے موضوع پر ایک گھنٹے کا لیکچر دیا۔ اور پھر ایک گھنٹے تک شرکا کے سوالات کے جوابات دیے۔ یہ پروگرام یونیورسٹی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر جناب حافظ طیب ندیم کی کوشش سے ہوا۔ پروگرام کے اختتام پر ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر آفتاب معروف صاحب نے ناظمِ اعلیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور یونیورسٹی کی جانب سے اعزازی شیلڈ پیش کی۔ نمازِ جمعہ کے لیے حضرت اقدس رائے پوری جامع مسجد محمدی تشریف لائے۔ اور نمازِ جمعہ سے قبل ناظمِ اعلیٰ نے خطاب کیا۔ اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ اس کے بعد بہت سے نئے احباب نے حضرت اقدس مدظلہ العالی سے سلسلۂ رائے پور میں بیعت کی۔ اس روز بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر بھی جامع مسجد محمدی میں ہوئی۔ اور رات کے کھانے کا اہتمام جناب پروفیسر حافظ عبیداللہ صاحب نے اپنے مکان پر کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس وہاں تشریف لے گئے۔ اور کھانے کے بعد ان کے لیے دعا کی۔ اگلے روز 24 اپریل کو اسلام آباد سے ملتان کے لیے بذریعہ جہاز روانگی ہوئی۔

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ مانسہرہ اور ایبٹ آباد

18 اپریل کی صبح کو حضرت مولانا مختار حسن صاحب اپنی گاڑی میں حضرت اقدس رائے پوری کو لے کر راولپنڈی سے مانسہرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تقریباً 01:00 بجے مانسہرہ میں جناب عمیر صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ کچھ دیر آرام فرمایا۔ اور پھر دوپہر کا کھانا کھایا۔ اور نمازِ ظہر ادا کی۔ اس کے بعد قاری محمد ایاز جدون صاحب کے چھوٹے بھائی جناب محمد ریاض جدون کی تقریبِ نکاح میں شرکت کے لیے ''گلی باغ'' تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے ان کا نکاح پڑھایا۔ اور وہیں پر ہی نمازِ عصر ادا کی۔ واپسی میں راستے میں کچھ دیر ''بفہ'' میں حضرت اقدس مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔ اور وہیں پر سلسلۂ رائے پور کے احباب میں سے ایک دوست نے سکول قائم کیا تھا۔ حضرت اقدس رائے پوری اس میں تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ نمازِ مغرب مانسہرہ واپس آکر ''گارنش پبلک سکول'' میں ادا کی۔ اور پھر مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں مانسہرہ، ایبٹ آباد اور بالاکوٹ کے متعلقین سلسلۂ رائے پور نے بھرپور شرکت کی۔ اور رات گئے تک دوست حضرت اقدس سے استفادہ کرتے رہے۔

19 اپریل کی دوپہر کو جناب محمد ریاض جدون کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ اور اس کے بعد نوجوان احباب کے لیے ایک پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں مولانا مختار حسن صاحب نے ''نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ اور بعد ازاں سوالات کے جوابات ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ اور مولانا مختار حسن صاحب نے دیے۔ عصر کی نماز کے بعد بھی استفادے کا سلسلہ جاری رہا۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد سینئر احباب نے ناظمِ اعلیٰ سے استفادہ کیا۔

20 اپریل کو صبح خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے درسِ قرآن دیا۔ اور خواتین کے سوالات کے جوابات دیے۔ بعد میں خواتین حضرت اقدس مدظلہ سے سلسلۂ رائے پور میں بیعت ہوئیں۔ اور آپ نے سب کے لیے دعا فرمائی۔ شام کو 04:00 بجے گارنش پبلک سکول میں ایک بہت بڑا پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''عصر حاضر کے تقاضے اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ اور بعد میں سوالات کے جوابات دیے۔ نمازِ عصر کے بعد بھی استفادے کا سلسلہ جاری رہا۔ اور نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی۔ جس میں بہت احباب نے شرکت کی۔

21 اپریل کی صبح کو جناب کاشف شریف صاحب حضرت اقدس کو لینے کے لیے راولپنڈی سے مانسہرہ تشریف لائے۔ صبح کا ناشتہ جناب سردار ہارون یوسف صاحب کے مکان پر کیا۔ وہاں کئی احباب سے ملاقات ہوئی۔ دعا کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی۔ اور راستے میں ایبٹ آباد میں جناب مولوی محمد نعیم صاحب کے مکان پر کچھ دیر قیام کیا۔ اہل خانہ سے ملاقات اور ان کے لیے دعا کے بعد ہری پور کے لیے روانگی ہوئی۔

01:00 بجے ہری پور میں احباب نے نوجوان دوستوں سے ملاقات کا ایک سکول میں اہتمام کیا

rahimia.org

ہوا تھا۔ اس موقع پر بھی دینی موضوعات پر سوالات و جوابات کی نشست ہوئی۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ اور مولانا قاضی محمد یوسف صاحب نے جوابات دیے۔ اسی دوران حضرت مولانا غلام ربانی صاحب جو علاقے کے بڑے اُستاذ، بزرگ اور ایک مدرسے کے مہتمم ہیں، حضرت اقدس سے ملاقات کے لیے بمع دیگر علما کے تشریف لائے۔ مولانا موصوف مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور کے فارغ التحصیل ہیں۔ اور حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ سے بڑی محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کافی دیر تک حضرت اقدس مدظلہ العالی سے گفتگو کرتے رہے۔ اور اس بات کو سراہتے رہے کہ نوجوانوں میں اکابر علمائے حق کا تعارف حضرت رائے پوری ہی فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر تمام نوجوان احباب نے سلسلۂ رائے پور میں حضرت اقدس مدظلہ العالی سے بیعت کی۔ اور دعا کی درخواست کی۔

دعا کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر حسن ابدال میں مولانا قاضی محمد یوسف صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ جہاں نمازِ ظہر ادا کی۔ اور ماحضر تناول فرمایا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ اس دوران حسن ابدال اور گردونواح کے بہت سے احباب حضرت اقدس مدظلہ العالی سے ملاقات کے لیے جمع ہو گئے۔ ان سے دینی موضوعات پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ نیز قاضی صاحب اور ان کے اہل خانہ خواتین نے بھی حضرت اقدس سے بیعت کی اور دعا کرائی۔ اور آخر میں تمام احباب سے ملاقات کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر 05:00 بجے تک شیخ افتخار صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔

(بقیہ خلفائے عظام حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ)

نوٹ نمبر2:۔ حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات مئی 2009ء میں ہوئی۔ میں ڈھڈیاں شریف ان کی زیارت کے لیے گیا۔ میں نے باتوں باتوں میں عرض کیا کہ جہاں تک میرا خیال ہے، اس فہرست کے مطابق حضرت رائے پوریؒ کے جو خلفا اب زندہ ہیں، ان میں ایک آپ کی ذات، دوسرے حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری مدظلہ العالی اور ہندوستان میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ العالی ہیں۔ انھوں نے اس کی تصدیق کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ اس میں ایک نام رہ گیا ہے، وہ ہے تبلیغی جماعت کے حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ کا۔ ان کو بھی حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی ہے، مگر وہ بیعت نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے حضرت رائے پوری کے زندہ خلفا کی تعداد تین ہے:

حضرت رائے پوریؒ کے جو خلفا اب زندہ ہیں۔ پاکستان میں دو خلفا بقیدِ حیات ہیں:

(1) حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم العالیہ، تبلیغی جماعت، رائے ونڈ۔

(2) حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

خلف الرشید و جانشین حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری ثم سرگودھویؒ

ہندوستان میں: (3) حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ العالی، کاندھلہ۔

حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کے انتقال پر ان کے جنازے میں شرکت کے لیے جانا ہوا۔ نمازِ جنازہ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب نے پڑھائی تھی۔ نمازِ جنازہ کے بعد حضرت حاجی صاحب کچھ دیر کے لیے کمرے میں تشریف لے گئے۔ میں موقع غنیمت جانتے ہوئے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا...... باتوں باتوں میں، میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کے فرمان کے مطابق حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلفا میں سے اب تین حضرات ہی رہ گئے ہیں۔ ایک آپ، اور دوسرے حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور ہندوستان میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ العالی۔ اس پر حضرت حاجی صاحب مسکرا کر اپنے ساتھی مولانا فہیم صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب ہندوستان کے کسی مولانا مکرم صاحب کا بھی نام لیا کرتے تھے۔

(بشکریہ ماہ نامہ ''ملیہ''، فیصل آباد، محرم الحرام 1431ھ/ جنوری 2010ء، جلد6، شمارہ1)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال: آج کل کاروبار کا ایک نیا طریقہ شروع ہوا ہے۔ جسے ''نیٹ ورک مارکیٹنگ'' کہا جاتا ہے۔ اور اسے ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi Level Marketing) بھی کہتے ہیں۔ اس کو اردو میں ''کئی سطحی تجارت'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کاروبار کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ کمپنی کی مصنوعات کھلی مارکیٹ میں فروخت نہیں ہوتیں۔ بلکہ جو شخص کمپنی کا ممبر بنتا ہے، صرف اُسے ہی کمپنی کی مصنوعات فراہم کی جاتی ہیں۔ اور ممبر کو بھی اس شرط پر کمپنی کی مصنوعات ملتی ہیں کہ وہ ناقابل واپسی سالانہ ممبر شپ ادا کرے۔ یا کم از کم مقررہ قیمت کا مال خریدے۔ اور اپنے تحت مخصوص تعداد میں مزید ممبران بنائے۔ چناں چہ یہ ممبر مزید جتنے لوگوں کو براہ راست یا اپنے بنائے ہوئے ممبران کے ذریعے سے کمپنی کا ممبر بناتا ہے۔ اس پر کمپنی کمیشن دیتی ہے۔ اور کمیشن میں ہر ممبر کی سطح اور اس کی حیثیت برابر نہیں ہوتی۔ بلکہ جو پہلے شامل ہوتے ہیں، ان کو زیادہ کمیشن ملتا ہے۔ بعد والے کو اس سے کم اور اس سے بعد والے کو اس سے کم۔ اس طرح پہلے ممبر کا کمیشن دوگنا، تین گنا اور چار گنا تک بھی ہو جاتا ہے۔

اس کاروبار سے متعلقہ لٹریچر ارسال ہے۔ مطالعہ کر کے شرعی حوالے سے بتلائیے۔ کیا یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں؟ محمد قمر الزمان، کراچی

جواب: ''نیٹ ورک مارکیٹنگ'' کاروبار کے مطالعے سے درج ذیل اُمور واضح ہوتے ہیں:

1۔ نیٹ ورک سسٹم میں مصنوعات کی فروخت محض ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ کمیشن کا حصول اولین حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لیے نئے شمولیت کرنے والے افراد کو کمیشن کے حصول کا لالچ خوب دیا جاتا ہے۔

2۔ اس سسٹم میں اپنی ممبر شپ برقرار رکھنے کے لیے سالانہ متعین رقم جمع کرانی پڑتی ہے۔ یا ماہانہ متعین خریداری کرنا شرط ہے۔ جو کہ مصنوعات کی خریداری سے الگ حیثیت رکھتی ہے۔

3۔ اس طرح کی کمپنیوں میں کمیشن پانے کے لیے ممبروں کی تعداد ایک اہم شرط ہے۔ اگر یہ ممبر نہ بنائے جائیں تو خریدار کو کوئی کمیشن نہیں ملتا۔ اور اگر خریدار بنائے جائیں اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے۔ تو اس کمپنی کے اوپر کے پانچ چھ فی صد لوگ تو بہت سارا نفع حاصل کرتے ہیں۔ اور باقی چورانوے فی صد لوگ امید و بیم میں رہ کر نقصان اُٹھاتے ہیں۔

4۔ ''نیٹ ورک مارکیٹنگ'' کا مدار افراد کے ''پھنسنے پھنسانے'' پر ہے۔ چوں کہ کمپنی سے محض سامان حاصل کرنا مقصد نہیں ہوتا، بلکہ منافع اور کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لیے دوسروں کو مختلف انداز میں سچ اور جھوٹ بول کر پھانسنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اگلا آدمی بھی اسی مرض کا شکار ہو کر دوسروں کو پھنساتا ہے۔

5۔ یہ سسٹم سودی نظام سے بھی بدتر ہے۔ اس لیے کہ اس میں دولت کا ارتکاز ہوتا ہے۔ چند اوپر کے ممبران کے پاس مربوط انداز اور مخروطی (Pyramid) شکل میں دولت جمع ہوتی رہتی ہے۔ سب سے نیچے کے ممبران منافع سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ یوں دولت کا ارتکاز اس سسٹم میں سودی نظام کی بنسبت زیادہ ہے۔ اسی لیے ماہرین اقتصادیات و معاشیات نے اس کو ''کینسر کی سوجن'' سے تشبیہ دی ہے۔

اس لیے شرعی نقطہ نظر سے یہ کاروبار قطعاً ناجائز اور غلط ہے۔ دین اسلام میں ہر وہ معاملہ غلط قرار پاتا ہے، جس میں: (۱) دغا، فریب اور دھوکہ بازی پائی جائے۔ (۲) ملکی بدانتظامی اور لوگوں کی ضرر رسانی کا عنصر پایا جائے۔ (۳) خرید و فروخت کے ساتھ کوئی شرط لگا دی جائے۔ (۴) ایسا معاملہ جس میں بیع کے ساتھ کسی دوسرے معاملے کا قصد کیا جاتا ہو۔ اور بیع صرف بہانہ ہو۔ (۵) یا دو معاملوں کو ایک معاملے کے اندر جمع کر دیا گیا ہو۔ ایسے تمام کاروبار کو شریعت نے مکروہ اور ناجائز قرار دیا ہے۔ ''نیٹ ورک مارکیٹنگ سسٹم'' چوں کہ معاشی اَخلاقی اور شرعی ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔ اس لیے تمام اکابر علمائے کرام نے اس معاملے کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ایسی کمپنی میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس سے بچنا اور دوسرے لوگوں کو بچانا ضروری ہے۔

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خلفائے عظام

تحریر: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مدیر ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نے بہت سے لوگوں کو سلوک و عرفان کی منازل طے کرا کے اجازت و خلافت دی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت رائے پوری کے خلفا اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آج کل کئی لوگ حضرت اقدس رائے پوری ثانی قدس سرہٗ کا خلیفہ ہونے کے دعوے دار بن رہے ہیں۔ اس لیے اب کئی لوگوں کا اصرار ہے کہ حضرت رائے پوری کے خلفا کی صحیح فہرست شائع ہونی چاہیے۔ تاکہ واضح ہو کہ حضرت رائے پوری کے اب کتنے خلفا بقیدِ حیات ہیں۔

حضرت کے خلفا کی کچھ فہرست حضرت مولانا محمد انوری نے شائع کی تھی۔ بعد میں حضرت مولانا محمد حسین للٰہی نے "حیاتِ طیبہ" --- جو کہ انھوں نے حضرت کی سوانح کے طور پر لکھی ہے --- میں مزید کچھ اضافے کے ساتھ یہ فہرست شائع فرمائی، قارئین کی یاددہانی کے لیے یہ فہرست شائع کی جارہی ہے:

(1) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارن پوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ۔
(2) امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ۔
(3) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ جانشین حضرت رائے پوری بلاک 22، سرگودھا
(4) حضرت مولانا محمد اشفاق احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
(5) حضرت مولانا حافظ محمد خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ڈھڈیاں شریف، ضلع سرگودھا۔
(6) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور۔
(7) حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائل پوری قدس سرہٗ، فیصل آباد۔
(8) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ، ندوۃ العلما، لکھنؤ۔
(9) حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی قدس سرہٗ، مدیر الفرقان، لکھنؤ۔
(10) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ڈھڈیاں شریف، ضلع سرگودھا۔
(11) حضرت مولانا عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ڈھڈیاں شریف، ضلع سرگودھا۔
(12) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر 11، متصل چیچہ وطنی۔
(13) حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ، ساہیوال۔
(14) حضرت مولانا غلام رسول صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مزار شیخوپورہ شہر۔
(15) حضرت مولانا خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساکن فاضلکا، ضلع فیروز پور۔
(16) حضرت مولانا فضل احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر 11، متصل چیچہ وطنی۔
(17) حضرت مولانا احمد الدین صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، رائے پور گجراں، ضلع جالندھر۔
(18) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دھرم کوٹی رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر 26، ایم بی، ضلع خوشاب۔
(19) حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
(20) حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، تلمبہ، ضلع ملتان۔
(21) حضرت مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ڈونگہ بونگہ، ضلع بہاولنگر۔
(22) حضرت مولانا حافظ صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
(23) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سلیم پوری رحمۃ اللہ علیہ، میاں چنوں۔
(24) حضرت مولانا پیر جی عبداللطیف صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چیچہ وطنی۔
(25) حضرت مولانا محمد قمر الدین صاحب فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
(26) حضرت مولانا عبدالمنان صاحب پنجابی رحمۃ اللہ علیہ، گوجرانوالہ، مقیم راولپنڈی۔
(27) حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(28) حضرت مولانا سید مسعود علی صاحب آزاد فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
(29) حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب سنسار پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
(30) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ، زراعتی فارم، ساہیوال۔
(31) حضرت الحاج ہیڈ ماسٹر منظور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، گوجرہ، ضلع فیصل آباد۔
(32) حضرت مولانا سید معروف علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، کوٹ مراد خان، قصور۔
(33) حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب ہمدانی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، بہاولپور۔
(34) حضرت مولانا حافظ صاحبزادہ محمد اکرم صاحب للٰہی رحمۃ اللہ علیہ، کھیوڑہ، ضلع جہلم۔
(35) حضرت مولانا قاضی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جھاوریاں، ضلع سرگودھا۔
(36) حضرت مولانا حافظ عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کلورکوٹ، ضلع میانوالی۔
(37) حضرت مولانا مخدوم عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساکن جلہ مخدوم، ضلع سرگودھا۔
(38) ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کوٹ تغلق، ملتان۔
(39) ابن رئیس الاحرار حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، فیصل آباد۔
(40) حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس دارالعلوم دیوبند۔
(41) حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی۔
(42) حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم گیسو درازی، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔
(43) حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ، راوی روڈ، لاہور۔
(44) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دین پور، ضلع بہاولنگر۔
(45) حضرت صوفی عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(46) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، بستی نظام الدین، دہلی، انڈیا۔
(47) حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری مدظلہ العالی
خلف الرشید حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، سرگودھا۔
(48) حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ، رائے پور شریف۔
(49) حضرت مولانا قاری شبیر احمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(50) حضرت چوہدری عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساکن کریام، ضلع جالندھر، حال ملتان۔
(51) حضرت خان محمد یوسف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساکن نورارتھ، ضلع ساہیوال۔
(52) حضرت صوفی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، محلّہ شاہ گل، دہلی۔
(53) حضرت صوفی انعام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لکھنؤ۔
(54) حضرت صوفی حکیم شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جھنگ۔ (والد محمود شام، ایڈیٹر جنگ، کراچی)
(55) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کیمل پوری۔
(56) حضرت ڈاکٹر محمد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، گورداس پوری، مزار کوہاٹ شہر۔
(57) حضرت حاجی صوفی برکت صاحب لودھی پوری رحمۃ اللہ علیہ، لودھی پور، ضلع سہارن پور۔
(58) حضرت حاجی حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر 47، دریا خان، ضلع میانوالی۔
(59) ڈاکٹر محمد حسین انصاری تمیمی رحمۃ اللہ علیہ، ساکن للہ شریف، ضلع جہلم ثم گوجر خان۔
(60) (مولانا سید کرم حسین سنسار پوری مدظلہ العالی، سنسار پور، بہٹ، ضلع سہارن پور، انڈیا)

نوٹ نمبر 1:۔ حضرت مولانا محمد انوری نے حضرت کے خلفا کی فہرست میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مہتمم دارالعلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے۔ اور ساتھ لکھا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے حضرت رائے پوری سے تجدیدِ بیعت کے لیے بھی عرض کیا تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں۔ (بقیہ: صفحہ نمبر 7)

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔